سود کا جواز فراہم کرنے والے نظریات کا علمی و تنقیدی جائزہ

☆کلثوم اسحاق

:Abstract

If a person's nature is alive and they possess the ability to think and reflect, a single sentence is enough to awaken and stir them. However, if a person's nature is dead, even hundreds of speeches or thousands of statements would be insufficient to wake them. Wealth and riches are an excellent means and cause for fulfilling human needs because, by nature, humans have an inherent love for wealth. Islam, being a natural religion, has specifically organized and guided how to earn wealth through lawful means, explaining its rules and identifying unlawful ways. As Allah Almighty says :in the Quran

O you who have believed, do not consume interest, doubled and multiplied, but fear Allah that you may be " (successful." (130 Surah Aal-e-Imran

For the development of the individual, family, society, and the Ummah, earning is essential, and to earn, work is necessary. No work, whether lawful or unlawful, ethical or unethical, can be done without engaging with others. Islam maintains a balance between the personal property of an individual and the needs of society, promoting closeness, affection, and peace among people. Therefore, an individual is granted the right to earn lawful income and grow their wealth, not through unlawful means. Usury is a great sin, so widespread now that it has become a major and rampant issue in this age. It is extremely unfortunate that because of the widespread nature of this heinous crime, its impact on hearts has diminished. People have become so accustomed to it that they no longer reject it. In such an era, where falsehood has become truth, people criticize those who prohibit the sinful act of usury. In our economic life, usury has become so ingrained that people have started to regard this economic system as a necessary component. Now, large institutions have been established by basing every economic scheme on usury.

☆ ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات کراچی

انسان کی فطرت اگر زندہ ہو اور اس میں غور و فکر کی صلاحیت موجود ہو تو اسے جگانے اور حرکت میں لانے کے لیے ایک جملہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن اگر انسان کی فطرت مردہ ہو چکی ہو تو اسکے لیے اگر سینکڑوں وفاتر اور ہزار بیانات پیش کئے جائے وہ بھی اسکے لئے ناکافی ہے مال و دولت انسان تقاضوں کو پورا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ اور سبب ہے چونکہ فطری طور پر انسان کی طبیعت میں مال کی محبت پائی جاتی ہے اسلام چونکہ دین فطرت ہے بلکہ اسکی با قاعدہ ترتیب ارشاد فرمائی ہے مال کمانے کے حلال ذرائع بنائے اسکے احکام کی وضاحت کی ہے حرام ذرائع کی نشاندہی کی ہے جیسے کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

یا یھا الذین آمنو لا تاکلو الربٰو اضعافا مضٰعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون"

اے ایمان والو: سود کو دگنا چوگنا کر کہ مت کھاو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم آخرت میں نجات پا سکو" (۱۳۰ سورہ آل عمرآن)

فرد، خاندان، معاشرہ اور امت کی تعمیر لے لیے کمانا ضروری ہے اور کمانے کے لیے کام ضروری ہے اور کوئی بھی جائز و ناجائز، اخلاقی یا غیر اخلاقی کام دوسروں کے ساتھ معاملات کئے بغیر ممکن نہیں ہے اسلام نے شخصی ملکیت میں فرد کے اور معاشرہ کی ضرورت کے درمیان برابری رکھی ہے جسکے ذریعے لوگوں میں قربت، الفت و محبت اور امن وامان پیدا ہوتا ہے چناچہ ایک فرد کو یہ حق دیا کہ وہ حلال کمائی لے ذریعے وہ اپنے مالوں کو بڑھائے نہ کہ وہ حرام ذرائع استعمال کریں سود ایک بڑا گناہ ہے جو اس قدر عام ہو چکا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ جو ارسالی دور میں عام اور منتشر ہے اور ایک عالمی مصیبت بن چکی ہے انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس گھناونے جرم کے عام ہو جانے کی وجہ سے دلوں پر اسکا اثر ہلکا ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ دل اس سے اس قدر مانوس ہو گئے ہیں کہ اسکا انکار کرتے ہی نہیں بلکہ ایسے دور میں جس میں باطل ہی حق بن چکا ہے لوگ اسی پر عیب لگاتے ہیں جو سود جیس گھناونے جرم سے منع کرتا ہے ہماری معاشی زندگی میں سود اسطرح رچا بسا ہے کہ لوگ اس معاشی نظام کو ایک لازمی عنصر سمجھنے لگے ھیں اب وہ امت مسلمہ للہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سود مٹانے کے لیے امور کیا تھا جسکو سود خوروں سے اعلان جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اب اپنی ہر معاشی اسکیم میں سود کو بنیاد بنا کر سود خوری لے بڑے بڑے ادارے قائم کر رکھے ھیں

سود کی لغوی معنیٰ: زیادہ ہونا، پروان چڑھانا، اور بلندی کی طرف جانا ہے"

سود کی اطصلاحی معنیٰ: شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ "کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا"[1]

سود کی اقسام

ربا النسیئۃ: قرض کے بدلے حاصل ہونے والا اضافہ یا ادھار کی بعض صورتوں میں پایا جانے والا

ربا الفضل: مخصوص اشیاء کے تبادلے پر چند صورتوں میں پایا جانے والا سود[2]

شریعت مطہرہ نے نہ صرف سود کو قطعی حرام قرار دیا ہے بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دینے کے ساتھ مختلف وعیدوں کو بھی ذکر کیا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوٰا ان کنتم موء منین ؁ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ور سولہ وان تبتم فلکم رءوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون[3]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑدو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمھارے خلاف اعلان جنگ ہے اب بھی توبہ کرلو (اور سود چھوڑدو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم لیا جائے" اسی طرح حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ: لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربا وموکلہ وشاھدہ وکاتبہ "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اسکے گواہ بننے اور لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے"[4]

وما اٰتیتم من ربا لیربو افی اموال الناس فلا یربو اعند اللہ "

ترجمہ: جو تم سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا"

قرآن مجید میں یہ پہلی آیت ہے جو سود کی مذمت میں نازل ہوئی اس آیات مبارکہ میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ ے م لوگ تو سود یہ سمجھتے ہوئے دیتے ہو کہ جس کو ہم یہ زائد مال دے رہے ہیں اسکی دولت بڑھے گی لیکن در حقیقت اللہ کے نزدیک سود سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ زکوۃ سے ہوتی ہے

بڑھتا چڑھتا سود کھانے کی ممانعت:

یٰأیھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اَضعَاف المُضعَفَۃً واتقوا اللہ لَعَلّکُم تُفلِحُونَ (آل عمران ۳: ۱۳۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان مین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہوگئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ اس لیے حکیم مطلق نے اس حالت کی اصلاح کے لیے زر پرستی کے سر چشمے پر بند باندھنا ضروری سمجھا اور حکم دیا کہ سود خواری سے باز آؤ جس میں آدمی رات دن اپنے نفع کے بڑھنے اور چڑھنے کا حساب لگاتا رہتا

ہے اور جس کی وجہ سے آدمی کے اندر روپے کی حرص بے حد بڑھتی چلی جاتی ہے۔

سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سود لینے والوں میں حرص و طمع، بخل اور خود غرضی۔ اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض و حسد۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیاریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بتاتا ہے کہ سود خواری سے فریقین میں جو اخلاقی اوصاف پیدا ہوتے ہیں ان کے بالکل برعکس انفاق فی سبیل اللہ سے یہ دوسری قسم کے اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں، اور اللہ کی

بخشش اور اس کی جنت اسی دوسری قسم کے اوصاف سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ پہلی قسم کے اوصاف ہے

سود خوار کی حالت

الذین یَأکُلُونَ الربوا لَایَقُومُونَ اِلّا کَمَا یَقُومُ الّذِي یَتَخَبّطُہُ الشّیطٰنُ مِنَ الُمَسّ ذٰلِکَ بِاَنّھُم قَالُوا اِنّمَا البَیعُ مِثلُ الربٰوا وَ اَحَلّ اللہُ البَیعَ وَ حَرّمَ الربٰوا فَمَن جَاءَہُ مَوعِظَۃٌ مِن رّبِہٖ فَانتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ وَ اَمرُہٗ اِلَی اللہِ وَ مَن عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصحٰبُ النّارِ ھُم فِیھَا خٰلِدُونَ یَمحَقُ اللہُ الربٰوا وَ یُربِی الصّدَقٰتِ ؕ وَ اللہُ لَا یُحِبّ کُلّ کَفّارٍ اَثِیم[5]

جو لوگ سود کھاتے ہیں، اُن کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں اُن کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: "تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے

یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خواری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھاچکا سو کھاچکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سو کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو ونما دیتا ہے اور اللہ کی ناشکرے بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔"

یتخبطہ الشیطٰن من المس

جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا[6]

اہل عرب دیوانے آدمی کو مجنون (یعنی آسیب زدہ) کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے اور جب کسی شخص کے متعلق یہ کہنا ہو تا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے، تو یوں کہتے کہ اسے جن لگ گیا ہے۔ اس محاورے کو استعمال کرتے ہوئے قرآن سود خوار کو اس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو مخبوط الحواس ہو گیا ہو۔ یعنی جس طرح وہ شخص عقل سے خارج ہو کر غیر معتدل حرکات کرنے لگتا ہے، اسی طرح سود خوار بھی روپے کے پیچھے دیوانہ ہو جاتا ہے اور اپنی خود غرضی کے جنون میں کچھ پروا نہیں کرتا کہ اس کی سود خواری سے کس کس طرح انسانی محبت، اخوت اور ہمدردی کی جڑیں کٹ رہی ہیں، اجتماعی فلاح وبہود پر کس قدر تباہ کن اثر پڑ رہا ہے، اور کتنے لوگوں کی حالانکہ وہ کارخانہ جومال تے بدحالی سے وہ اپنی خوشحالی کا سامان کر رہا ہے۔ یہ اس کی دیوانگی کا حال اس دنیا میں ہے اور چونکہ آخرت میں انسان اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت پر اس نے دنیا میں جان دی ہے، اس لیے سود خوار آدمی قیامت کے روز ایک باؤلے مخبوط الحواس

انسان کی صورت میں اٹھے گا[7]

نظریے کی خرابی:

وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. "حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

ان کے نظریے کی خرابی یہ ہے کہ تجارت میں اصل لاگت پر جو منافع لیا جاتا ہے اس کی نوعیت اور سود کی نوعیت کا فرق نہیں سمجھتے، اور دونوں کو ایک قسم کی چیز مجھ کر یوں استدلال کرتے ہیں کہ جب تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے، تو قرض پر دیے ہوئے روپے کا منافع کیوں ناجائز ہو۔ اسی طرح کے دلائل موجودہ زمانے کے سود خوار بھی سود کے حق میں پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس روپے سے خود فائدہ اٹھا سکتا تھا،

اسے وہ قرض پر دوسرے شخص کے حوالے کر تا ہے۔ وہ دوسرا شخص بھی بہر حال اس سے فائدہ ہی اٹھاتا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ قرض دینے والے کے روپے سے جو فائدہ قرض لینے والا اٹھارہا ہے اس میں سے ایک حصہ وہ قرض دینے والے کو نہ ادا کرے؟ مگر یہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ دنیا میں جتنے کاروبار ہیں، خواہ وہ تجارت کے ہوں یا صنعت و حرفت کے یا زراعت کے اور خواہ انھیں آدمی صرف اپنی محنت سے کر تا ہو یا اپنے سرمایے اور محنت ہر دو سے، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں آدمی نقصان کا خطرہ مول نہ لیتا ہو اور جس میں آدمی کے لیے لازماً ایک مقرر منافع کی ضمانت ہو پھر آخر پوری کاروباری دنیا میں ایک قرض دینے والا سرمایہ دار ہی ایسا کیوں ہو جو نقصان کے خطرے سے بچ کر مقرر اور لازمی منافع کا حق دار قرار پائے؟ غیر نفع بخش اغراض کے لیے قرض لینے والے کا معاملہ تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیجیے اور شرح کی کمی بیشی کے مسئلے سے بھی قطع نظر کر لیجیے۔ معاملہ اس قرض کا سہی جو نفع جن کاموں میں لگانے کے لیے لیا جائے اور شرح بھی تھوڑی ہی سہی۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ ایک کاروبار میں اپنا وقت، اپنی منت، اپنی قابلیت اور اپنا سرمایہ رات دن کھپا رہے ہیں، اور جن کی سعی و کوشش کے بل پر ہی اس کاروبار کا بار آور ہونا موقوف ے، ان کے لیے تو ایک مقرر منافع کی ضمانت نہ ہو، بلکہ نقصان کا سارا خطرہ بالکل انھی کے سر ہو، مگر جس نے صرف اپنا روپیہ انہیں قرض دے دیا ہو وہ بے خطر ایک طے شدہ منافع وصول کر تا چلا جائے ایہ آخر کس عقل کس منطق بس اصول انصاف اور کس اصول معاشیات کی رو سے درست ہے؟ اور یہ کس بنا پر صحیح ہے کہ ایک شخص ایک کارخانے کو بیں سال کے لیے ایک رقم قرض دے اور آج ہی یہ طے کر لے کہ آئندہ ۲۰ سال تک وہ برابر ۵ فی صدی سالانہ کے حساب سے اپنا منافع لینے کا حق دار ہو گا، حالانکہ وہ کارخانہ جو مال تیار کر تا ہے اس کے متعلق کسی کو بھی نہیں معلوم کہ مارکیٹ میں اس کی قیمتوں کے اندر آئندہ میں سال میں کتنا اتار چڑھاؤ ہو گا؟ اور یہ کس طرح درست ہے کہ ایک قوم کے سارے ہی طبقے ایک لڑائی میں خطرات اور نقصانات اور قربانیاں برداشت کریں، مگر ساری قوم کے اندر سے صرف ایک قرض دینے والا سرمایہ دار ہی ایسا ہو جو اپنے دیے ہوئے جنگی قرض پر اپنی ہی قوم سے لڑائی کے ایک ایک صدی بعد تک سود وصول کر تا رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اللہ کے رسول مسلم نے فرمایا: جس شب مجھے (معراج میں سیر کرائی گئی، میں ایک جماعت کے پاس" سے گزرا جس کے پیٹ کمروں کے مانند تھے، ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے میں نے کہا: جبرائیل کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے کہ سود خور ہیں[8]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: سود میں ستر گناہ ہیں سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے"[9]

- سودی کھاتہ لکھنے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسکی گواہی دینے والے اور اس کا معاملہ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی۔"[10]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا، کہ کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور جو سود نہ کھایے اسے بھی سود کا غبار لگے گا"

سود یہود و مشرکین کے معاملات میں سے ہے:

دور جاہلیت کا ایک اہم مسئلہ اور ان کا مالی طرز عمل یہ تھا کہ وہ باہم سودی لین دین کرتے اور سودی ذرائع ہی سے مال کماتے تھے، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجتہ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا، تو بر سر عام ان سودی معاملات کے باطل قرار دئے

:جانے کا اعلان کیا، چنانچہ فرمایا

ألا كل شئ من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع" پھر فرمایا: "وربا الجاهلية موضوع وأول ربا أضع ربانا، ربا العباس ابن "

عبد المطلب، فانہ موضوع کلہ خبر دار! دور جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں قدموں تلے روند دی گئی ہے (یعنی ان کو باطل اور کالعدم قرار دیا گیا ہے) پھر فرمایا: اور دور جاہلیت کا سود بھی میرے دونوں قدموں تلے روند دیا گیا ہے اور ہمارے سودوں میں سے سب سے پہلا سود جو میں چھوڑ تا ہوں، وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، اس لئے کہ وہ سب کا سب باطل اور کالودم قرار دیا گیا ہے

مسلم الحج باب حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ۱۴۷)

یہود سودی لین دین کرتے تھے یہاں تک کہ (دیگر جرائم و معاصی کے ساتھ) سود خوری بھی ان کے لئے آسانی سزا کا ایک سبب بنی

:جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

فبظلم مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا (160) وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا[11]

(النساء:۱۶۰-۱۶۱)

جو نفیس چیز میں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالی کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے اور سود جس سے منع کئے گئے تھے اسے لینے اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث اور ان میں جو کفار ہیں ہم نے ان کے لیے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے حافظ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ سبحانہ وتعالی نے انھیں سود سے منع فرمایا لیکن انھوں نے اس کو لیا اور اس کو (حلال کرنے کے لئے) طرح طرح کے حیلے بہانے گئے اور قسم بقسم کے شبہات پیدا کئے"۔

(تفسیر بن کثیر ۸۸۹/۱-۸۹۰)

یہودیوں نے آج تک اپنی پرانی عادت نہیں چھوڑی، چنانچہ دور حاضر میں سود کے سرغنہ اور اس کی اجنسیوں اور بینک چار جیز کے اصل مالک یہود ہی ہیں، انھوں ہی نے عالمی معیشت کو خراب کیا، حرام معاملات کو عام کیا، بہت سی کرنسیوں کے نرخ کو گرا دیا اور بہت سی قوموں کو مفلس بنا دیا۔[12]

سودی معاملات کرنا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا ہے: .

قرآن کریم میں سود سے سخت ترین ممانعت وارد ہوئی ہے، جب کہ وہ ان بڑے نادر گناہوں میں سے ایک ہے کہ اس کے ارتکاب کو اللہ ورسول سے جنگ کہا گیا ہے:(۲) (۲) میری علم وجانکاری کی حد تک شریعت اسلامیہ میں سوائے تین گناہوں کے کسی اور گناہ کے ارتکاب پر جنگ کا لفظ وارد نہیں :ہوا ہے

ا: **سود خوری**: جس کی بابت اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُولِهِ﴾(بقرۃ ۲۷۹) تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔[13]

:ب قتل وغارت گری: جس کی بابت اللہ تعالی کا فرمان ہے

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا....(المائدہ:۳۳) جو لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کرئے جائیں۔[14]

ج اللہ تعالی کے اولیاء سے دشمنی رکھنا: اس کی بابت یہ حدیث قدی ہے امن عادی لی ول-ي-ا ف-ق-د آذنتہ بالحرب) (صحیح بخاری بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۶۵۰۲) جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور تمام تر گناہ ان میں کسی نہ کسی قسم کی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ ضرور پائی جاتی ہے، لیکن شریعت اسلامیہ نے صرف انھیں تین کبیرہ گناہوں پر نص قائم کی ہے، کیوں کہ ان کے مرتکب کا جرم عظیم ہے اور وہ اللہ تعالی کی ناراضگی کا مستحق ہے۔

سود خوری میں نعمت مال کی ناشکری ہے:

سودی معاملات کرنے والے نے اللہ کے عطا کردہ رزق پر اکتفا کیا اور نہ ہی اس کی دی ہوئی نعمت کا شکر کیا، چنانچہ وہ مزید اور مال کا خواہش مند ہوا، گرچہ وہ گناہ کے راستہ سے ہی کیوں نہ ہو، پس وہ رب کی دی ہوئی نعمت کا ناشکرا ٹھہرا، لہذا اس

کے مال کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اس کی برکت ختم کر دی۔

(جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (بقرۃ:۲۷۶

اللہ تعالی سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالی کسی ناشکرے اور گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

:علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ناس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

یعنی اللہ تعالی دل کے ناشکرے اور قول و کردار کے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا، اس آیت کریمہ کو اس وصف کے ساتھ ختم کرنے میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہے، وہ

مناسبت یہ ہے کہ سودی معاملات کرنے والا اس مال حلال سے راضی نہیں ہوتا جو اللہ نے اس کے حق میں تقسیم کر رکھا ہے اور حلال کمائی پر اکتفا نہیں کرتا جس کا اسے شرعا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ وہ لوگوں کے مالوں کو ناپاک کمائیوں کے ذریعہ غلط طریقہ سے کھانے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح وہ اللہ کی عطا کردہ نعمت کا ناشکرا اور نماط طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے کی وجہ سے ظالم و گناہ گار ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۱/۴۹۳)

:سودی معاملات سے ایمان میں خرابی پیدا ہوتی ہے

ہر گناہ کے کام سے ایمان میں خرابی پیدا ہوتی ہے، چنانچہ گناہ جس مقدار کا ہو، اسی مقدار میں ایمان میں کمی پیدا ہوتی ہے، کیوں کہ ایمان نیکی کے کاموں سے بڑھتا اور گناہ کے کاموں سے گھٹتا ہے، جیسا کہ اس کی بابت تواتر کے ساتھ دلائل وارد ہوئے ہیں اور سلف صالحین اور بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کا یہی مذہب رہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے سود کے بارے میں فرمایا:

(﴿وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾)(بقرۃ:۲۷۸

اور جو سود باقی رہ گیا ہے، وہ چھوڑ دو، اگر تم پیچ پیچ ایمان والے ہو۔ قاسمی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں"

اللہ سبحانہ وتعالی نے اس آیت کریمہ میں واضح فرمادیا کہ سود اور ایمان دونوں اکٹھا نہیں ہو سکتے ہیں

"۔(محاسن التأویل ۱/۶۳۱)

سودی معاملات کرنے والے کو قبر میں اور قبر سے اٹھتے وقت عذاب دیا جائے گا

سود ایک ایسا معاملہ ہے کہ جملہ آسمانی شریعتوں نے اسے حرام قرار دیا ہے اور اس کے لینے اور دینے والے دونوں (گناہ میں) برابر ہیں۔

سود خور بروز قیامت اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ اپنے جنون میں باولا ہو چکا ہو گا۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾(البقرۃ:۲۷۵)سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر مخبطی بنادے۔

:سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

یبعث آکل الربا یوم القیامۃ مجنونا یخنق

سود خور کو بروز قیامت اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ دیوانہ ہو گا، اپنا گلا گھونٹ رہا ہو گا(۱۰)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ تحریر فرماہیں-

مقصود یہ ہے کہ جب لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا، تو انتہائی تیزی کے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَى نُصُبٍ يُوفِضُونَ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی جگہ کی طرف تیز جارہے ہیں (المعارج:۴۳)

سوائے سود خوروں کے، وہ چلنے کے لئے کھڑے ہوں گے، پھر گر جائیں گے جس طرح وہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں جسے شیطان نے چھو کر باولا کر دیا ہو، ایسا اس وجہ سے ہو گا کہ انھوں نے دنیا میں سود خوری کی تو اللہ تعالی نے قیامت کے دن ان کے پیٹوں میں اس کو زیادہ کر دیا، جس کی وجہ سے وہ بوجھل ہو گئے، چنانچہ وہ کھڑے ہوں گے لیکن گر جائیں گے، تیز چلنا چاہیں گے لیکن نہیں چل سکیں گے۔" (التفسیر الکبیر للرازی ۷/۷۹) اس معنی کی تائید ایک مرفوع حدیث سے ہوتی ہے جس میں ضعف ہے کہ ابو ہریرۃ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أتيت ليلة أسري بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها حيات ترى من

خارج بطونهم فقلت: من هولاء يا جبرئيل؟ قال: هولاء أكلة الربا جس رات مجھے معراج ہوئی میں کچھ لوگوں پر سے گذرا جن کے پیٹ مکانوں کے مانند تھے، ان میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے، میں نے کہا: اے جبرئیل، یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ سود خور ہیں۔(۱۱) سود خور کا برزخی عذاب یہ ہو گا"

بالآخر ہم ایک نہر پر پہنچے۔راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور کنارے پر ایک آدمی موجود تھا، جس نے اپنے پاس بہت سارے پتھر اکٹھا کر رکھے تھے، جب تیرنے والا تیرتا ہوا اس کے پاس آتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے اور منہ کھول دیتا، وہ شخص کھینچ کر ایسا پتھر مارتا کہ اس کے منہ میں داخل ہو کر اس کا لقمہ بن جاتا، چنانچہ وہ پھر تیرتا ہوا دوسری جانب چلا جاتا (لیکن گھوم کر پھر اس کے پاس دوبارہ پہنچ جاتا اور اپنا منھ کھول دیتا، پتھروں والا اس کے منھ پر اسی طرح پتھر مارتا) حدیث کے آخر میں اس کی (تفسیر میں مذکور ہے کہ تیرنے والا شخص پتھروں کو منتقل کرنے والا سود خور تھا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۰۴۷

ابن ہبیرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" سود خور کو سرخ نہر میں تیرنے اور پتھر کو لقمہ بنانے کی سزا اس لئے دی گئی کہ سود کی اصل سونے میں جاری ہے اور سونا سرخ ہے اور فرشتہ کا اسکے

منھ میں پتھر ڈالنا اس بات کا اشارہ ہے کہ اسے کچھ بھی کفایت نہ کرے گا، یہی حال سود کا ہے کہ سودی معاملات کرنے والا سوچتا ہے کہ اس کا مال بڑھ رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پیچھے سے اس کی برکت کو مٹا رہا ہوتا ہے۔(فتح الباری لابن حجر ۱۲ / ۳۶۵،)

سود آسمانی سزاؤں کے نزول اور برکتوں کے خاتمہ کا سبب ہے:

:اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

(البقرۃ:۲۷۶)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

مذکورہ آیت ہی کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴾(الروم:۳۹) تم جو سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ صدقہ، زکاۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دو، تو ایسے ہی لوگ اپنا اجر وثواب کئی گنا کرنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں نے صدقہ وخیرات کا شوق اور سود سے نفرت وخوف دلاتے ہوئے واضح فرمادیا کہ صدقہ وخیرات سے مال میں برکت ہوتی ہے اور سود سے مال کی برکت مٹ جاتی ہے، خصوصا انسانی دل مال کو اپنی ملکیت میں لینے، اس کو بڑھانے اور اس کی سرمایہ کاری کرنے کو پسند کرتا ہے، چنانچہ مالی طمع کی وجہ سے وہ صدقہ وخیرات سے پیچھے رہتا اور مالی ترقی کے لئے سودی معاملات کرتا ہے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ مال میں برکت صدقہ وخیرات سے آتی ہے اور زوال برکت سود سے آتا ہے۔

:امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

" جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سود سے سختی کے ساتھ منع فرمایا جس سختی کے ساتھ گذری ہوئی آیات میں صدقہ کا حکم دیا تھا، تو یہاں پر اس چیز کا ذکر کیا جو صدقہ وخیرات نہ کرنے اور سودی معاملات میں ملوث ہونے کے محرک کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی خرابیوں کو واشگاف کیا، کیوں کہ سود کے ارتکاب کا سبب زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی رغبت ہے اور صدقہ وخیرات سے روگردانی کا سبب مال کی کمی سے بچاؤ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا

کہ سود میں گرچہ وقتی طور پر زیادتی ہے لیکن در حقیقت (معنوی حساب سے یا انجام کے اعتبار سے) کمی ہے اور صدقہ وخیرات میں گرچہ بظاہر کمی نظر آتی ہے لیکن معنوی حساب سے اس میں بڑھوتری ہے

سود کے ذریعہ مال میں دنیوی بے برکتی کی چند شکلیں:

مال سے برکت کا ختم ہو جانا اور اسے ایسی جگہ پر خرچ کرنا جو خرچ کرنے والے کے لئے فائدہ نہیں بلکہ نقصان کا سبب ہو دنیوی بے برکتی کی چند شکلیں ہیں، کیوں کہ سودی معاملات کرنے والے کو اپنے مال کی بابت یقین جازم ہے کہ یہ ناپاک کمائی سے حاصل شدہ مال ہے، بنابریں وہ اسے غلط جگہ ہی پر خرچ کرتا ہے، اس طرح وہ بیک وقت دو گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے ایک تو مخالط طریقہ سے مال کمانے کا گناہ اور دوسرے غلط راہ میں خرچ کرنے کا گناہ، کیوں کہ سودی معاملات کرنے والے بیشتر لوگوں کا

خیال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل شدہ مال حلال میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز یہ کہ سودی معاملات کرنے والا چونکہ غریبوں کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور سود کے ذریعہ لوگوں کے مالوں کو کھاتا ہے، بنابریں وہ اس سے نفرت کرتے، اس پر لعنت بھیجتے اور اس کے لئے بددعائیں کرتے ہیں جو اس سے جانی ومالی برکت کے خاتمہ کا سبب ہوتا ہے۔

دنیوی بے برکتی کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ سودی معاملات کرنے والا جب غلط طریقہ سے بہت سارا مال جمع کر لیتا ہے، تو وہ ظالموں اور لٹیروں کی لالچ بھر کی نگاہوں کا مرکز بن جاتا ہے اور اس کا محرک ان کا وہ نظریہ ہوتا ہے کہ اسے مال کا مستحق نہیں سمجھتے، چنانچہ وہ اس کے مال کو لوٹنے یا اس میں شرکت کرنے کو روا سمجھتے ہیں۔

سود کے ذریعہ مال میں اخروی بے برکتی کی چند شکلیں:

سودی معاملات کرنے والا چوں کہ اپنے مال کی بات آگاہ ہے کہ وہ مال حرام ہے لہذا وہ اسے نیکی کے کاموں میں صرف نہیں کرتا، اور اگر وہ اس مال سے صدقہ وخیرات یا حج کرے یا دیگر نیکی کے کاموں میں خرچ کرے، تو وہ رد کر دئے جانے کے لائق ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی پاکیزہ ہے، پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے، یہ اخروی بے برکتی ہی کی تو شکلیں ہیں۔

نیز سودی معاملات کی وجہ سے برزخی زندگی اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت سود خور کو جو سخت ترین عذاب اور حساب وکتاب لاحق ہوگا، بے برکتی کی سب سے بڑی شکل ہے، کیوں کہ مال میں اصل یہ ہے کہ وہ مال صاحب مال کے لئے نفع رساں ہو اور سود خور کا مال اس کے لئے ضرر رساں ہے۔

:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الربا وان کثر فان عاقبتہ تصیر الی قل"

سود خواہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا آخری انجام قلت و کم ہوتا ہے۔(۱۳)

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو گرچہ (سود سے) وقتی طور پر مال میں زیادتی ہوتی ہے، لیکن تھوڑے ہی وقت کے بعد اس کا انجام کمی اور بے برکتی ہوتا ہے، جہاں سے سودی معاملات کرنے والے پر قرضوں اور تباہیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اس طرح وہ مال پراگندہ ذروں کی طرح بکھر جاتا ہے، طیبی رحمہ اللہ نے کہا: کثرت و قلت مال کی صفت ہے، سود کی نہیں، چنانچہ "ربا" سے پہلے لفظ مال پوشیدہ ماننا ضروری ہے، تو کہا جائے گا مال الربا" کیوں کہ سود کا مال سود ہے"۔(فیض القدیر ۵۰/۴) کسی بھی مسلمان کو اس بات میں شک نہیں ہے کہ تھوڑا سا بابرکت مال بہت زیادہ بے برکت مال سے بہتر ہے، گرچہ زیادہ مال لوگوں کے حیرت و استحسان اور شوق و آرزو کا مرکز ہو

اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا: قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ (المائدہ:۱۰۰)[15]

آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں، گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو۔ دور حاضر میں ہم جس صورت حال کا مشاہدہ کر رہے ہیں اس سے یہ حقیقت یقینی ہو جاتی ہے جسے کتاب و سنت کے واضح دلائل نے شخصی، اجتماعی اور قومی سطح پر (سود کے نقصانات کے تعلق سے) بیان کیا ہے۔

جہاں تک شخصی سطح پر سود کی ضرر رسانیوں کا تعلق ہے، تو دور حاضر میں بیشتر لوگ آمدنیوں کی بہتات اور کمائی کے ایک سے زائد وسائل کے باوجود اپنے مالوں میں برکت کے بحران کی شکایت کرتے ہیں۔ اور رہا مسئلہ عالمی سطح پر سود کی ضرر رسانیوں کا تو (دور حاضر میں) مشینوں کی ایجاد، زمینی دولت سے نفع اندوزی، طرح طرح کی صنعت و حرفت اور نوع بنوع کی کاشت کے باوجود کہ دور حاضر کا انسان ایک دن میں اتنے غلے پیدا کرنے لگا کہ اس سے پہلے کئی سالوں میں بھی اتنا پیدا نہیں کر پاتا تھا، یہاں تک کہ زراعتی اور صنعتی پیداوار کا تناسب بام عروج پر پہنچ گیا، ان تمام کے باوجود روئے زمین کے بیشتر باشندے فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں اور گزارہ کے لائق روزی بھی نہیں پاتے ہیں اور ہر روز بھوک اور بیماری سے ایک بڑی تعداد مر جاتی ہے، تو زراعتی اور صنعتی پیداوار کہاں ہیں؟ چند لاکھ انسانوں کی بھوک کو کیوں نہ روک سکیں جبکہ یہ پیداوار اربوں کھربوں ٹن تک پہنچتی ہیں، یہ کم پیداوار تو نہیں ہے لیکن ایسا پیداوار، زراعت اور صناعت میں برکت کی کمی کی وجہ سے ہے۔

جہاں تک سود کی وجہ سے امت پر آسمانی سزاؤں کے نزول کا تعلق ہے تو وہ اتنی زیادہ ہیں کہ شمار و قطار سے باہر ہیں اور اس سودی دور میں انسان انھیں جھیل رہا ہے، جسے لوگ محسوس کر رہے ہیں اور ان کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں اور کچھ معنوی سزائیں بھی ہیں جنھیں اکثر لوگ جھیل رہے ہیں، لیکن اس

پریشانی کا راز نہ پاسکے، انھیں معنوی (روحانی) پریشانیوں میں سے ایک مال وزر کا انسان کو اپنا غلام بنالینا ہے، بایں طور کہ مال انسان کے لئے راحت وسکون کا ذریعہ ہونے کے بجائے اس حالت میں پہنچ گیا کہ انساں اس کے حصول میں تھکتا، پھر اس کی حفاظت میں بدحال ہوتا اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتا رہتا ہے، یہ ایک طرح کی سزا ہے اور کس قدر سنگین سزا ہے۔ انسان آج راسمالی دور میں جس کی بنیاد سود ہے، ہر چیز سے بے نیازی چاہتا ہے جب اسے وہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں، تو ان کے فقدان کا وسوسہ اس پر مسلط ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ ان کے حصول، پھر ان کی حفاظت میں بدحال ہو جاتا ہے، کیا وہ شخص زندگی کی لذت سے بہرہ یاب ہو سکے گا، جو اپنے جسم کو عیش وعشرت میں اور روح کو عذاب میں رکھے اور روح کے عذاب سے بڑھ کر کون سا عذاب ہو سکتا ہے؟ جب کہ انسان راسمالی دور سے پہلے ان چیزوں سے بے نیاز رہتا تھا جن کو وہ حاصل نہیں کر پاتا تھا اور اللہ کے مقدر کردہ مال پر قناعت اختیار کرتا تھا، اس طرح وہ پر سکون اور دلی طور پر مطمئن رہتا تھا۔

سود کے متعلق بعض غلط فہمیاں:

اصلاح کی عملی صورت: سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع سود کو ساقد کر کہ ایسا نظام مالیات قائم کیا جاسکتا ہے جو موجودہ زمانے میں ترقی پزیر معاشرے اور ریاست کے لیے کافی ہو؟

سود ایک غلط چیز ہے اور نقلی حیثیت سے بھی اس کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ہر قسم کے سود کو حرام کیا ہے۔ یہ دونوں باتیں اگر مان لی جائیں تو اس کے بعد لوگوں کا پوچھنا کہ کیا اس کے بغیر کام چل بھی سکتا ہے؟ اور کیا یہ قابل عمل بھی ہے؟" دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ہے کہ خدا کی اس خدائی میں کوئی غلطی ناگزیر بھی ہے۔ اور کوئی راستی نا قابل عمل بھی پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل فطرت اور اس کے نظام کے خلاف عدم اعتماد کا ووسٹ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ایک ایسے فاسد نظام کائنات میں سانس لے رہے ہیں جس میں ہماری بعض حقیقی ضرورتیں غلطیوں اور بدکاریوں سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔ اور بعض بھلائیوں کے دروازے جان بوجھ کر ہم پر بند کر دیے گئے ہیں۔ یا اس سے بھی گزار کر یہ بات ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ فطرت خود اس قدر ٹیڑھی واقع ہوئی ہے کہ جو کچھ خود اس کے اپنے قوانین کی رو سے غلط –ے وہی اس کے نظام میں مفید اور ضروری اور قابل عمل ہے، اور تو کچھ اس کے قوانین کی رو سے صحیح ہے وہی اس کے نظام میں غیر مفید اور نا قابل عمل ہے۔ کیا واقعی ہماری عقل اور ہمارے علوم اور ہمارے تاریخی تجربات مزاج فطرت کو اسی بدگمانی کا مستحق ثابت کرتے ہیں؟ کیا یہ سچ ہے کہ فطرت بگاڑ کی حامی اور بناؤ کی دشمن ہے۔ اگر یہ بات ہے تب تو ہمیں اشیاء کی صحت اور غلطی کے متعلق اپنی ساری بخشیں لپیٹ کر رکھ دینی چاہئیں اور سیدھی طرح زندگی سے استعفی دے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بعد تو ہمارے لیے امید کی ایک کرن بھی اس دنیا میں باقی نہیں رہتی لیکن اگر ہماری اور کائنات کی فطرت اس سورطن کے

لائق نہیں ہے تو پھر ہمیں یہ اندازہ فکر چھوڑ دیناچاہیئے کہ "فلاں چیز ہے توبڑی مگر کام اسی سے چلتا ہے، اور فلاں چیز ہے تو بر حق مگر چلنے والی چیز نہیں ہے؟"

حقیقت یہ ہے کہ دنیامیں جو طریقہ بھی رواج پاجاتا ہے، انسانی معاملات اُسی سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور اس کو بدل کر کسی دوسرے طریقے کو رائج کرنا مشکل نظر آنے لگتاہے۔ ہر رائج الوقت طریقے کا یہی حال ہے خواہ وہ طریقہ بجائے خود صحیح ہو یاغلط، دشواری جو کچھ بھی ہے تغیر میں ہے۔ اور سہولت کی اصل وجہ رواج کے سوا کچھ نہیں۔ مگر نادان لوگ اس سے دھوکا کھاکر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ جو غلطی رائج ہو چکی ہے انسانی معاملات بس اسی پر چل سکتے ہیں اور اس کے سوادوسرا کوئی طریقہ قابل عمل ہی نہیں ہے[16]۔

سود مختلف نظاموں میں:

یہودی اور عیسائی مذاہب میں سود کی حرمت

تورات اور حرمت سود:

جس طرح اسلام نے سود کو حرام قرار دیاہے اور اس کی حرمت قرآن میں بیان ہوئی ہے اسی طرح سود یہودیت اور عیسائیت میں بھی حرام رہاہے اور اس کی مرمت قدرات اور انجیل میں وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ہر طرح کی تعریف کے باوجود جو تورات ہمارے سامنے موجود ہے۔

اس میں بھی سود کی حرمت موجود ہے۔ (سفر التثنیہ: اصحاح ۲۳)

اپنے اسرائیلی بھائی کو سود پر قرض مت دو بخواہ وزرنقد پر سود ہو یا اشیائے خوردنی سپر یا کسی بھی ایسی شے پر جس پر سودی قرضہ دیاجاتا ہوں گو ریااہل یہود کے نزدیک حرمت سود کا اطلاق صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کا مفت میبر دی می چنانچہ دوسرے مقام پر اصلاح میں وضاحت کی گئی ہے کہ "اجنبی شخص کو تم سود پر قرض دے سکتے ہو لیکن اپنے یہودی بھائی کو سود پر قرض نہ دو تا کہ تمہارا رب اور معبود تمہاری ملکیت میں برکت دے" حقیقت یہ ہے کہ یہ تورات کے تحریف شدہ احکام ہیں، ورنہ ربا (سود) ہر حالت میں اور ہر انسان کے لئے حرام ہے اور اس کی میت قطعی اور علمی ہے کیونکہ شود ظلم ہے اور ظلم ہر انسان کے حق میں حرام ہے چنانچہ افسران نبوت ہے کہ "حق سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں: کہ میرے بندو میں نے خود اپنے اوپر ظلم حرام کیاہے۔ تمہارے اوپر بھی فلم کو حرام قرار دے دیاہے تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو" عرض یہودیت اور اسلام

میں یہ نیادی فرق ہے کہ یہودیت میں سود کی حرمت ابنائے اسرائیل میں محدود ہے جبکہ اسلام میں یہ حرمت تمام انسانیت کے مابین تعامل شود، کو شال ہے کہ اسلم کی نظریں تمام انسان برابر ہیں اور سب اللہ کی مخلوق ہیں اور احکام الہٰی کے یکساں مخاطب ہیں۔ درانحالیکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دیگر نائے نوع انسانی سے ممتاز مخلوق ہیں

نَحْنُ ابنٰؤُ اللّٰہِ وَاحِبَاہ "ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں۔[17]

حرمت سود کے اس تنگ مفہوم کے پیش نظر ہو وا قام عالمے سود کھاتے رہے جس پر قرآن کریم میں اس پر سخت سرزنش وارد ہوئی ہے اور انہیں سود خوار قرار دیا گیا ہے-

فَبِظُلْمٍ مِنَ الّذِیْنَ ھَادُوا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ وَبِصَدِّھِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَثِیْرًا وَ اَخْذِھِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُھُوا عَنْہُ وَاَکْلِھِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (النساء:۱۰۰ - ۱۷۱) غرض ان یہودی بن جانے والوں کے اس ظالمانہ رویہ کی نامر اد راس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ اور لوگوں کے مال ناجائز طریقے کے کھاتے ہیں ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کیلئے حلال تھیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

حرمت سود اور عیسائیت:

عیسائی مذہب میں خود ہر طرح ممنوع اور حرام ہے اور اس کی حرمت پر تمام کلیسا متفق ہیں اور یہودی سود خواروں کے زیر اثر نشو نما پانے والی اقتصادیات کے پیش نظر جن عیسائیوں نے سود کو بعض پہلوؤں سے جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے اس سے کلیسا نے اتفاق نہیں کیا ہے۔

ان حضرات کا دعوی یہ ہے کہ بینکوں میں سود کی معمولی شرح در حقیقت ان کی اجرت عمل ہے اور یہ کہ بعض عیسائی اہل مذہب نے بھی اس شرح سود کو اجرت عمل ہونے کی بنیاد پر جائز قرار دی ہے۔ اب یہی کوشش بعض مسلمان بھی کر رہے ہیں کہ علماء اس قلیل مقدار کے جواز کا فتوی دے دیں۔ حالانکہ یہ تصور ہی بالکل باطل ہے۔ اس لئے کہ اسلام کے نظام اقتصاد کی بنیاد ہی سود کی حرمت ہے اور کاروبار میں نفع نقصان کی شراکت ہے

سرمایہ دارانہ نظام اور معیشت کے بنیادی مسائل:

سرمایہ دارانہ نظام ان چاروں مسائل کے حل کے بارے میں کہتا ہے کہ ان کو حل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے ہر انسان کو تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں کیلیئے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اور اسے یہ چھوٹ دی جائے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلیئے جو طریقہ مناسب سمجھے، اختیار کرے۔ اس سے مذکورہ بالا چاروں مسائل آپ ہی آپ حل ہوتے چلے جائینگے۔ کیونکہ جب ہر شخص کو یہ فکر ہوگی کہ میں زیادہ سے زیادہ نفع کماؤں تو ہر شخص معیشت کے میدان میں وہی کام کریگا جس کی معاشرے کو ضرورت ہے۔ اور اس کے نتیجے میں چاروں مسائل خود بخود ایک خاص توازن کے ساتھ طے ہوتے چلے جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ چاروں مسائل خود بخود کیسے حل ہوں گے، اس کا تفصیلی جواب خود بخود کیسے حل ہوں گے، اس کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ:

1) در حقیقت اس کائنات میں بہت قدرتی قوانین کار فرماہیں جو ہمیشہ ایک جیسے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ انہی میں ایک قانون رسد اور طلب کا بھی ہے۔ رسد کسی بھی سامان تجارت کی اس مجموعی مقدار سے عبارت ہے جو بازار میں فروخت کیلیئے لائی گئی ہو اور طلب خریداروں کی اس خواہش کا نام ہے کہ وہ یہ سامانِ تجارت قیمتاً بازار سے خریدیں۔ اب رسد و طلب کا قدرتی قانون یہ ہے کہ بازار میں جس چیز کی رسد طلب کے مقابلے میں زیادہ ہو اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور جس چیز کی طلب اس کی رسد کے مقابلے میں بڑھ جائے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے، یہ ایک قدرتی قانون ہے جسکو قانون رسد و طلب کہا جاتا ہے

2) سرمایہ دارانہ نظام کا فلسفہ یہ کہتا ہے کہ رسد و طلب کا یہ قدرتی قانون ہی در حقیقت زراعت پیشہ افراد کیلیئے اس بات کا تعین کرتا ہے کہ وہ اپنی زمینوں میں کیا چیز اگائیں؟ اور یہی زمینوں میں کیا چیز اگائیں؟ اور یہی قانون صنعتکاروں اور تاجروں کیلیئے اس بات کا تعین کرتا ہے کہ وہ کیا چیز کتنی مقدار میں بازار میں لائیں؟ اور اس طرح معیشت کے چاروں مذکورہ بالا مسائل خود بخود طے ہوتے چلے جائیں گے۔

3) طلب اور رسد کے قانون سے ترجیحات کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ جب ہم نے ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلیئے چھوڑ دیا تو ہر شخص اپنے منافع کی خاطر وہی چیز بازار میں لانے کی کوشش کریگا جس کی ضرورت یا طلب زیادہ ہوگی۔ تاکہ اسے اس کی زیادہ قیمت مل سکے۔ زراعت پیشہ افراد وہی چیز اگانے کو ترجیح دینگے جن کی بازار میں طلب زیادہ ہے۔ اور صنعتکار وہی چیز تیار کرنے کی کوشش کرینگے جن کی بازار میں زیادہ مانگ ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ ایسی چیز بازار میں لائیں جن کی طلب کم ہے تو انہیں زیادہ منافع نہیں مل سکے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص اگرچہ اپنے منافع کی خاطر کام کر رہا ہے۔ لیکن رسد و طلب کی قدرتی طاقتیں اسے مجبور کر رہی ہیں کہ وہ معاشرے کی طلب اور ضرورت کو پورا کرے۔

4)جب کوئی شخص ترجیحات کا باقاعدہ تعین کرلیتا ہے تو اسی حساب سے موجودہ وسائل کو مختلف کاموں میں لگاتا ہے۔ لہٰذا رسد اور طلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا زمینوں میں کیا چیز اگائیں؟ اور یہی قانون صنعتکاروں اور تاجروں کیلئے اس بات کا تعین کرتا ہے کہ وہ کیا چیز کتنی مقدار میں بازار میں لائیں؟ اور اس طرح معیشت کے چاروں مذکورہ بالا مسائل خود بخود طے ہوتے چلے جائیں گے۔

3)طلب اور رسد کے قانون سے ترجیحات کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ جب ہم نے ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے چھوڑ دیا تو ہر شخص اپنے منافع کی خاطر وہی چیز بازار میں لانے کی کوشش کریگا جس کی ضرورت یا طلب زیادہ ہوگی۔ تاکہ اسے اس کی زیادہ قیمت مل سکے۔ زراعت پیشہ افراد وہی چیز اگانے کو ترجیح دینگے جن کی بازار میں طلب زیادہ ہے۔ اور صنعتکار وہی چیز تیار کرنے کی کوشش کرینگے جن کی بازار میں زیادہ مانگ ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ ایسی چیز بازار میں لائیں جن کی طلب کم ہے تو انہیں زیادہ منافع نہیں مل سکے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص اگرچہ اپنے منافع کی خاطر کام کررہا ہے۔ لیکن رسد وطلب کی قدرتی طاقتیں اسے مجبور کررہی ہیں کہ وہ معاشرے کی طلب اور ضرورت کو پورا کرے۔

4)جب کوئی شخص ترجیحات کا باقاعدہ تعین کرلیتا ہے تو اسی حساب سے موجودہ وسائل کو مختلف کاموں میں لگاتا ہے۔ لہٰذا رسد اور طلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا باقاعدہ تعین کرلیتا ہے تو اسی حساب سے موجودہ وسائل کو مختلف کاموں میں لگاتا ہے۔ لہٰذا رسد اور طلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا تعین کرتے ہیں۔ اسی طرح وسائل کی تخصیص کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر کس اپنے وسائل کو اسی کام اور سرگرمی میں لگانے کی کوشش کرتا ہے جن کی بازار میں طلب زیادہ ہے اور اس کو بازار میں لانے سے زیادہ منافع کی توقع ہو۔ لہٰذا رسد وطلب کے قوانین کے ذریعے وسائل کی تخصیص کا مسئلہ بھی خود بخود طے ہوجاتا ہے۔

5)کے نتیجے میں جو پیداوار یا آمدنی حاصل ہوئی ہے اسے معاشرے میں کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے؟ سرمایہ دارانہ(Production) ۔ عمل پیدائش نظام کا کہنا یہ ہے کہ جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ انہی عوامل کے درمیان تقسیم ہونی چاہئے، جنہوں نے پروڈکشن میں حصہ لیا، سرمایہ دارنہ فلسفے کے مطابق یہ عوامل کل چار ہیں۔

(1) زمین۔

(2) محنت۔

(3) سرمایہ۔

(4) آجر یا تنظیم۔

تو یہ تقسیم اس طرح ہونی چاہئے کہ زمین مہیا کرنے والوں کو کرایہ دیا جائے۔ محنت کرنے والوں کو اجرت دی جائے سرمایہ فراہم کرنے والوں کو سود دیا جائے۔ اور وہ آجر جو اس عمل پیدائش کا اصل محرک تھا اسے منافع دیا جائے۔ یعنی زمین کا کرایہ، محنت کی اجرت اور سرمائے کا سود ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ آجر کا منافع۔ ان عواوہ آجر کا منافع۔ ان عوامل کے معاوضے کا تعین ان کی طلب و رسد ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ان عوامل میں جس عامل کی طلب زیادہ ہو گی۔ اس کا معاوضہ بھی اتنا زیادہ ہو گا۔

اب ہر معیشت کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنی پیداوار کو ترقی دے اور اپنی پیداوار میں کماً اور کیفاً اضافہ کرے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے (٦) فلسفے کے مطابق یہ مسئلہ بھی اسی بنیاد پر حل ہوتا ہے کہ ہر شخص کو جب زیادہ سے زیادہ منافع کیلئے آزاد چھوڑا جائے گا تو رسد و طلب کے قدرتی قوانین اسے خود بخود اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ نئی سے نئی چیز اور بہتر کوالٹی بازار میں لائے۔ تاکہ اس کی مصنوعات کی طلب زیادہ ہو اور اسے زیادہ نفع حاصل ہو۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اصول

سرمایہ دارانہ نظام کے بنیادی اصول تین ہیں:

1) ذاتی ملکیت:

پہلا اصول یہ ہے کہ اس نظام میں ہر انسان کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء بھی رکھ سکتا ہے اور وسائل پیداوار بھی رکھ سکتا ہے۔ اشتراکی نظام میں اگرچہ ذاتی استعمال کی اشیاء تو ذاتی ملکیت میں آسکتی ہے ں لیکن وسائل پیداوار مثلاً زمین یا کارخانہ عموماً ذاتی ملکیت میں نہیں ہوتے۔ البتہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہر قسم کی چیز چاہے وہ استعمالی اشیاء سے تعلق رکھتی ہو یا اشیائے پیداوار میں سے ہو وہ ذاتی ملکیت میں آسکتی ہیں۔

2) ذاتی منافع کا محرک:

دوسرا اصول یہ ہے کہ پیداوار کے عمل میں جو محرک کار فرما ہوتا ہے وہ ہر انسان کے ذاتی منافع کے حصول کا محرک ہوتا ہے

٣) حکومت کی عدم مداخلت:

سرمایہ دارانہ نظام کا تیسرا اصول یہ ہے کہ حکومت کو تاجروں کی تجارتی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ جس طرح کام کررہے ہیں ان کی معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ ڈالنی چاہیئے۔ نہ ان پر ح ان کی معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ ڈالنی چاہیئے۔ نہ ان پر حکومت کی طرف سے زیادہ پابندیاں عائد کرنی چاہیئے۔

Laissez Faire فرانسی لفظ ہے اور اس کے معنی ہے "کرنے دو" یعنی حکومت سے کہا جارہا ہے کہ جو لوگ اپنی معاشی سرگرمیوں میں مصروف ہیں وہ جس طرح بھی کام کررہے ہیں کرنے دو۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالو نہ اس کو قانونی پابندیوں میں جکڑا جاسکتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا اصل فلسفہ ہے کہ معیشت اور معاشی سرگرمیوں کو آزاد چھوڑا جائے۔ اگرچہ بعد میں سرمایہ دارانہ ممالک میں رفتہ رفتہ اس پالیسی کو محدود کردیا گیا اور عملاً ایسا نہیں ہوا کہ حکومت بالکل مداخلت نہ کرے۔ بلکہ حکومت کی طرف سے بہت سی پابندیاں نظر آئیں گی۔ کبھی ٹیکسوں کے ذریعے مختلف پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ کبھی کسی کام کی ہمت افزائی کیلئے سبسڈی اور انعامات دئے جاتے ہیں وغیرہ۔

نظام سرمایہ داری کے اثرات

سرمایہ دارانہ نظام کے جو اثرات ملک و قوم پر پڑتے ہیں وہ یہ ہیں:

1) مذہب کو نظام سیاست و معیشت سے خالی ہاتھ کرکے گرجاؤں مسجدوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین کردیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ ناجائز نفع اندوزی میں رکاوٹ نہ بنے۔

2) اس نظام میں تجارت و صنعت اور دولت کی گردش صنعت اور دولت کی گردش سود، سٹہ، قمار اور آڑھت کی بنیادوں پر ہوتی ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے پورے ملک میں وسائل پیداوار اور دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتی ہے۔

3) بڑے سرمایہ داروں کی پالیسیوں کی وجہ سے چھوٹے تاجر اور سرمایہ دار کاروبار کو ترقی نہیں دے سکتے۔ بالآخر تاجر اور صنعتکار کارخانے بند کرکے بیٹھ جاتے ہیں یا بڑے سرمایہ داروں کی تجارتی پالیسیوں کے تابع ہوکر زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

4) غریب کی غربت اور سرمایہ داری کی دولت روز افزوں بڑھتی رہتی ہے اور متوسط طبقہ روز بروز کم اور بے دست وپا ہوتا چلا جاتا ہے، بعض لوگوں کا معیار زندگی بہت بلند ہوتا ہے تو بعض کا انتہائی پستی میں چلا جاتا ہے۔

5) گھریلو دستکاریاں اور آبائی پیشے ختم ہو جاتے ہیں اور لوگ دوسروں کے دست نگر بن کر نوکریاں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ملازمتوں کی طلب بڑھ جاتی ہے اور مزدوری کے طلبگاروں میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن مشین کے روز افزوں استعمال کے باعث انسانی محنت کی کھپت روز بروز کم ہونے لگتی ہے۔ جس سے ملک میں بے روز گاری پھیلتی ہے اور مزدور کم اجرت پر زیادہ محنت کا سودا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

کارخانوں میں صرف وہی مصنوعات تیار ہونے لگتی ہیں جن میں سرمایہ دار کا زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔ ملک و قوم کا فائدہ سرمایہ دار کی پیش نظر نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایسی بے کار ہوتا۔ بسا اوقات ایسی بے کار بلکہ مضر اشیاء کو تجارتی منصوبہ بندی کے تحت فیشن بنا دیا جاتا ہے جو پوری قوم کی صحت اور اخلاق کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام اس جیسی اور بھی بہت ساری خرابیوں کو پیدا کرتا ہے اور اس کا عملی مشاہدہ ہم اور آپ اس وقت پوری دنیا میں عموماً اور مغربی معاشرے میں خصوصاً کر رہے ہیں[19]

سود اور بینکاری نظام:

سچ یہ ہے کہ بینک زیادہ تر سود خوروں کی باضابطہ کمیٹیوں کا نام ہے۔ لیکن جب اس کا تنظیمی و اختیاری عملہ وہ نہیں ہوتا جن سے مسلمانوں کو روکا نہیں گیا ہے تو اب اس کمیٹی کی ممبری یا رکنیت نہیں ہے، بلکہ اس کمپنی سے معاملہ ہے جو لوگوں کو سود پر قرض دیتی ہے؟ کن سے سود لیتی ہے؟ یہ اس کا اپنا معاملہ اور جدید عقیدہ ہے جن سے اس معاملہ کو قطعا نسبت نہیں جو ایک مسلمان نے ارباب بینک سے کیا ہے اسی طرح روایتی بینک کاری کے سودی معاملات رفقہی اصلاح کے اعتبار سے ربا الفضل کے بجائے ربا النسیہ کے ے تحت آتے ہیں اس لیے کہ بینکوں کا بنیادی معاملہ قرض لینا ہے بینک پالیسی یوں ہوتی ہے کہ لوگوں سے رقوم ایک خاص شرح سود کی ادائیگی پر قرض لیتے ہیں اور یہ رقوم قرض کے ضرورت مند افراد کو ایک خاص شرح سود کی وصولیابی کی شرط پر دیتے ہیں قرض داروں اور قرض خواہاں دونوں کے لیے بینک کی طرف سے طے پانے والی شرح سود مختلف ہوتی ہے بینک پالیسی قرض داروں کو شوح سود کم دیتی ہے اور قرض خواہاں سے شرح زیادہ لیتی ہے قرض کے لین دین کی یہ صورت اسلامی شریعت کی روشنی میں ربا النسیہ کہلاتی ہے سود کے جس قدر نقصانات کسی چھوٹے قرضے میں ہو سکتے ہیں وہی تمام نقصانات بڑے بڑے قرضہ جات میں بھی موجود ہے اور یہ قرضہ جات بھی اس اثر کے تحت داخل ہیں جس میں ہر ایسے قرض کو جو کسی مزید نفع کو کھینچ لائے سود قرار دیا گیا ہے۔

لن تنفعکم اَر حامکم وَلَا اُولادُکمْ یَوْمَ الْقِیامَۃِ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیرۃ (الممتحنہ ۳)

تمہارے رشتے اور تمہارے بچے قیامت کے دن کام نہیں آئیں گے۔ خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے

دیکھ رہا ہے" یہ صحیح ہے کہ ہمیں صبر کا حکم دیا گیا ہے اور خاص وقت تک صبر ہی ہمارے یہ لیے بہتر ہے۔ لیکن کیا قانون صبر کے ساتھ "مجازاۃ بالمثل کی بھی قرآن ہی نے تعلیم نہیں دی ہے

فاِن عاقبتُھم فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عوقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِن صبر تُمْ فَھُوَ خَیرٌ لِلصّابِرِینَ ۔ النحل: ۱۳۶

اگر تم پر زیادتی کی جائے تو تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی تم پر کی گئی اور صبر کروگے تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بہتر ہے"[20]

بینک کا ملازم کیا کرے؟

چنانچہ بہت سے لوگ بینک کی ملازمت کے اندر مبتلا ہیں اور بینک کے اندر بہت سارا کاروبار سود پر ہوتا ہے، اب جو شخص وہاں ملازم ہے اگر وہ سود کے کاروبار میں ان کے ساتھ معاون بن رہا ہے تو یہ ملازمت ناجائز اور حرام ہے، چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بینک کی ایسی ملازمت میں مبتلا ہو اور بعد میں اللہ تعالی اس کو ہدایت دیں اور کو بینک کی ملازمت چھوڑنے کی فکر ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ کوئی جائز ذریعہ آمدنی تلاش کرے اور جب دوسرا ذریعہ آمدنی مل جائے تو اس کو چھوڑ دے، لیکن جائز ذریعہ آمدنی اس طرح تلاش کرے جس طرح ایک بے روزگار آدمی تلاش کرتا ہے، یہ نہ ہو کہ بے فکری کے ساتھ بینک کی ناجائز ملازمت میں لگا ہوا ہے اور ذہن میں یہ بٹھار کھا ہے کہ جب دوسری ملازمت مل جائے گی تو اس کو چھوڑ دوں گا بلکہ اس طرح تلاش کرے جس طرح ایک بے روزگار آدمی تلاش کرتا ہے، اور جب دوسری ملازمت مل تو موجود ملازمت کو ترک کردے اور اس کو اختیار کرلے چاہے اس میں آمدنی کم ہو۔[21]

رزق کی طلب میں فرائض چھوڑنا جائز نہیں:

جس جگہ پر معیشت میں اور اللہ تعالی کے عائد کردہ فرائض کے درمیان ٹکراؤ ہو جائے وہاں پر اللہ تعالی کے عائد کیے ہوئے فرائض کو ترجیح ہوگی، بعض لوگ افراط کے اندر مبتلا ہو جاتے ہیں، جب انہوں نے یہ سنا کہ طلب حلال بھی دین کا ایک حصہ ہے تو اس کو اتنا آگے بڑھایا کہ اس طلب حلال کے

نتیجے میں اگر نمازیں ضائع ہو رہی ہیں تو ان کو اس کی پرواہ نہیں، روزے چھوٹ رہے ہیں تو ان کو اس کی پرواہ نہیں، حلال و حرام ایک ہو رہا ہے تو ان کو اس کی پرواہ نہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو جواب دیتے ہیں کہ یہ کام جو ہم کر رہے ہیں یہ بھی تو دین کا ایک حصہ ہے، ہمارے دین میں دین و دنیا کی کوئی تفریق نہیں ہے، لہذا جو کم ہم کر رہے ہیں یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک خاتون نے مجھے بتایا کہ ان کے شوہر ڈاکٹر ہیں، وہ مطب کے اوقات میں نماز نہیں پڑھتے اور جب مطلب بند کر کے گھر واپس آتے ہیں تو گھر آکر تینوں نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے ہیں، میں ان سے کہتی ہوں کہ آپ نماز کو قضا کر دیتے ہیں یہ اچھا نہیں ہے، آپ وقت پر نماز پڑھ لیا کریں، تو جواب میں شوہر کہتے ہیں کہ اسلام نے خدمت خلق سکھاتی ہے اور یہ ڈاکٹری اور مطلب جو کر رہے ہیں یہ بھی خدمت خلق کر رہے ہیں اور یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے، اب اگر ہم نے خدمت خلق کی خاطر نماز کو چھوڑ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اب دیکھیے! حلال کمانے کے لیے انہوں نے اولین دینی فریضے کو چھوڑ دیا، حالانکہ حضور اقدس میں تم یہ فرما رہے ہیں کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" یہ فریضہ تو ہے لیکن بعد الفرائض ہے، لہذا اگر کسب معاش کے فریضے میں اور اولین دینی فرائض کے درمیان ٹکراؤ ہو جائے تو اس وقت دینی فریضہ غالب رہے گا۔

نتائج

سود کا جواز فراہم کرنے اور اس کے نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نظام معیشت میں عدم مساوات کو فروغ دیتا ہے اور دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز کر کے غریب طبقے کو مزید مالی مشکلات میں مبتلا کرتا ہے۔ سودی نظام کے باعث معیشت عدم استحکام کا شکار ہو سکتی ہے، جبکہ سماجی ناہمواری اور اخلاقی اقدار کی تنزلی بھی اس کے منفی اثرات میں شامل ہیں۔ مزید بر آں، یہ نظام ترقی پذیر ممالک کی سیاسی خود مختاری کو محدود کر دیتا ہے اور انہیں غیر ملکی اداروں کے زیر اثر لے آتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سود کو حرام قرار دے کر ایک منصفانہ اور مساوی معاشی نظام کی جانب رہنمائی کرتی ہیں، جو معاشرتی ہم آہنگی اور انصاف کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے۔

سفارشات:

حکومت اور اس کے اداروں کو چاہیے کہ وہ سودی نظام کے خاتمے کے لیے جامع حکمت عملی اپنائیں اور اسلامی مالیاتی نظام کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ بتدریج سود سے پاک بینکنگ نظام متعارف کروایا جائے اور عوام کو اس کے فوائد سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیمی اور میڈیا مہمات چلائی جائیں۔ سودی لین دین کو غیر قانونی قرار دینے کے لیے مؤثر قانون سازی کی جائے اور عوام، خاص طور پر چھوٹے کاروبار اور نوجوانوں کے لیے سود سے پاک قرضوں کی سہولت فراہم کی جائے۔ بین الاقوامی قرضوں کے سود کی ادائیگی پر نظر ثانی کی جائے اور متبادل راستے تلاش کیے جائیں تاکہ معیشت پر سے یہ بوجھ کم ہو۔ یہ اقدامات معاشی استحکام، سماجی انصاف اور اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک منصفانہ نظام کے قیام کی راہ ہموار کریں گے۔

حوالہ جات

1-القرآن-04-130

2-اسلام میں ربا کے حکم امتناعی کی اہمیت-شیخ عمران نزر، مترجم، ابو عمار سلیم؛ 2011

3-سود کیا ہے؟ مثالیں اور اقسام، مفتی علی عطاری، ناشر؛فیضان ملک؛ 2018

4-القرآن؛02،278،279

5- تفہیم احکام القرآن، مولانا مودودی، اشاعت، 2014،ج؛4

6-القرآن، 02،276،278

7-القرآن، 02،275

8- تفہیم احکام القرآن، نظریہ کی خرابی، ج،6

9-سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، کتاب التجارہ، باب التغلیظ فی الربا، حدیث؛ 2273

10-سنن ابن ماجی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، کتاب التجارہ، باب التغلیظ فی الربا، حدیث؛2277

11-سنن ابن ماجی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، کتاب التجارہ، باب التغلیظ فی الربا، حدیث؛2278

12-القرآن، 04،140،141

13-سود گناہ اور نقصانات، شیخ ابراہیم محمد الحفیل، ناشر انجمن اصلاح، 2014

14-القرآن، 02،279

15-القرآن، 05،100

16-سود، مولانا مودودی، ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمٹڈ؛ 1941

17-القرآن، 05،18

18-سود، مولانا مودودی، ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمٹڈ؛ 1941

19-سرمایہ دارانہ نظام، تلخیص از اسلام اور جدید معیشت، معاشرت

20- تفہیم احکام القرآن، مولانا مودودی، سود اور بینکاری نظام؛ ج،4

21اسلام اور دور حاضر کے شبہات اور مغالطات، مولانا مفتی تقی عثمانی، زمہ پبلشرز کراچی، 2021